بسم اللہ الرحمٰن ا لرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح اموعود

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد

کی چند یادیں

المنار

مارچ ۲۰۱۳

نگران۔ پروفیسر چوہدری حمید احمد۔ صدر تعلیم لاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ جرمنی

ایڈیٹر۔ چوہدری انیس احمد۔ سیکرٹری تعلیم لاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ جرمنی

مینیجر۔ چوہدری نصیر احمد

ترتیب وڈیزائن۔ محمد ظہیر احمد۔ Software Engineer

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	ارشاد باری تعالیٰ۔حدیث نبوی اور فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۱
۲	فرمان حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ	۲
۳	حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کی یاددہانی	۳
۴	پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد کے وصال پر قرارداد تعزیت	۴
۵	میرے ابی۔پروفیسر سید برہان احمد ناصر۔ربوہ	۵
۶	دو پیارے وجود رخصت ہوئے۔پروفیسر حمید احمد چوہدری	۱۲
۷	چوہدری مبارک مصلح الدین کے وصال پر قرارداد تعزیت	۱۷
۸	پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد۔پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد پرویز پرواذی۔کینیڈا	۱۸
	انگریزی سیکشن	

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَیْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ ۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ
ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوٓا۟ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ

ترجمہ: اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

حدیث نبوی

عن ابن عمر و عا ئیشہ قالا: قالا رسول اللہ صلی ا اللہ علیہ وسلم، ما زا جبریل یو صینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ

[بخا ری کتاب ا لادب]

ترجمہ: اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔

فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ان سب باتوں کے بعد میں پھر کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے۔ اس کو مت کھاو۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے۔ اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

فرمان حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ

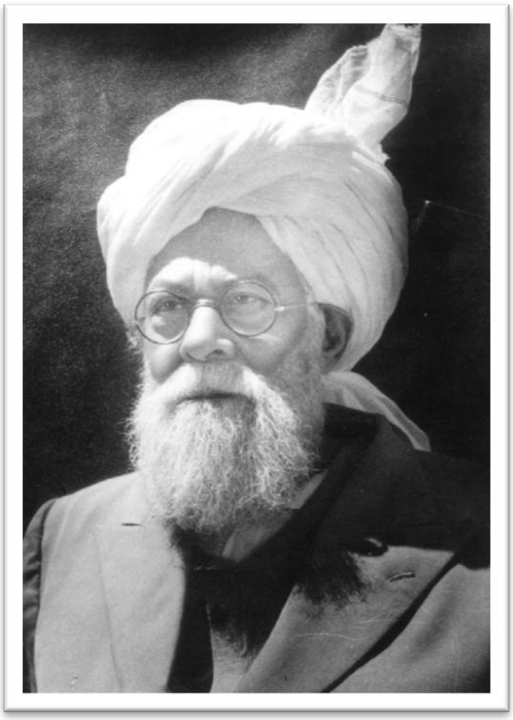

مورخہ ٦ دسمبر ١٩٥٤ کو حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے تعلیم الاسلام کالج کا ربوہ میں افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ تقریب جو تعلیم اسلام کالج کے افتتاح کی ہے اپنے اندر دو گونہ مقاصد رکھتی ہے ایک مقصد تو اشاعت تعلیم ہے جس کے بغیر تمدّنی اور اقتصادی حالت کسی جماعت کی درست نہیں رہ سکتی۔ جہاں تک تعلیمی سوال ہے یہ کالج اپنے دروازے ہر قوم اور ہر مذہب کے لئے کھلے رکھتا ہے کیونکہ تعلیم کا حصول کسی ایک قوم کے لئے نہیں ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تعلیم کو بحیثیت ایک انسان ہونے کے ہر انسان کے لئے ممکن اور سہل بنا دیں۔ میں نے لاہور میں ایک دو ایسی انسٹی ٹیوٹ دیکھیں جن کے بانی نے یہ شرط لگا دی تھی کہ ان میں کسی مسلمان کا داخلہ ناجائز ہوگا۔ مجھ سے جب اس بات کا ذکر ہوا تو میں نے کہا اس کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے کہ مسلمان بھی ایسی ہی انسٹی ٹیوٹ قائم کریں اور اس میں یہ واضح کریں کہ اس میں کسی غیر مسلم کا داخلہ ناجائز نہ ہوگا کیونکہ ایک مسلم کا اخلاقی نقطۂ نگاہ دوسری قوموں سے مختلف ہوتا ہے۔ پس جہاں تک تعلیم کا سوال ہے ہماری پوری کوشش ہوگی کہ ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے لئے تعلیم حاصل کرنا آسان ہو۔ اس کالج کے دروازے ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے لئے کھلے ہوں اور انہیں ہر ممکن امداد اس انسٹیٹیوٹ سے فائدہ حاصل کرنے لئے دی جائے۔

یاد دہانی

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

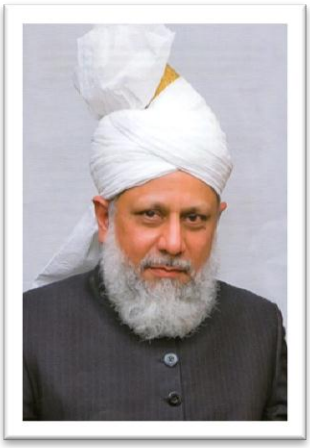

مورخہ ۲۴ ستمبر کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ازراہ شفقت کالج کے سابق طلباء کے سالانہ ڈنر میں بنفس نفیس شامل ہوئے اور اپنے خطاب میں جہاں آپکی اس تنظیم کو poineer ہونے کا درجہ دیا اور وظائف کی اس سکیم پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور آپ کا شکریہ ادا کیا ساتھ ہی اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا کہ پاکستان کے حالات کا تقاضا ہے کہ وظائف کی اس پیشکش کو وسعت دی جائے۔ حضور کے اس خطاب کی full text تو الفضل ربوہ مورخہ ۱۳۔ اکتوبر میں چھپ چکی ہے۔ خاکسار حضور کی ہدایات جن پر ہمیں فوری عمل کرنا ضروری ہے آپکی خدمت میں پیش کرتا ہے اس امید کے ساتھ کہ آپ ان امور کی طرف فوری توجہ دیں گے۔

ا۔ فرمایا "چھ سال میں آپکو بہت آگے بڑھ جانا چاہئے تھا۔ بعض کام جو ہونے چاہئیں تھے اور جو وعدے تھے۔ جو جذبہ تھا اس کو قائم نہیں رکھا جا سکا۔ نہ صدر نہ انتظامیہ قائم رکھ سکتی ہے جب تک ہر ممبر میں ایک جوش اور جذبہ نہ ہو"

پھر فرمایا "ماں کے طرح اس درسگاہ نے ہمیں سنبھالا ہے۔ اس کی لاج رکھتے ہوئے جو منصوبے آپ نے بنائے ہیں ان کو پورا کرنے میں بھرپور کردار ادا کریں"

فرمایا "ممبر شپ کو وسیعی کریں۔ اپنے بچوں کو ساتھ شامل کریں۔ المنار کا اجراء کریں اور اس میں ایک صفحہ جرمن زبان میں شامل کریں"

قرارداد تعزیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشون، جرمنی، کا یہ ہنگامی اجلاس اپنے نہایت ہی شفیق اور محسن پروفیسر محترم ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب کی رحلت پر اپنے گہرے دکھ اور انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ آپ ایک ہر دلعزیز اور درویش صفت استاد ہونے کے علاوہ بہت سی ایسی خوبیوں کے مالک تھے جن کی بدولت آپ کو طلبہ اور اساتذہ میں نمایاں مقبولیت حاصل تھی۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت سید سردار احمد شاہ صاحبؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے، نے آپ کو آپ کی پیدائش سے قبل ہی خدمت دین کے لئے وقف کر دیا تھا۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے کیمسٹری میں ایم۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد ۱۹۴۶ء میں ہی تعلیم الاسلام کالج کے سٹاف سے منسلک ہو گئے تھے اگرچہ عملاً تدریس کی سعادت آپ کو برصغیر کی تقسیم کے بعد کالج کے لاہور آ جانے پر حاصل ہوئی اور پھر عمر بھر اس سے منسلک رہتے ہوئے آپ اس خدمت پر مامور رہے۔ تاہم کسی مالی منفعت کے لئے نہیں بلکہ صرف خدمتِ انسانی آپ کی زندگی کا بنیادی مقصد رہا۔ علاوہ ازیں محترم ڈاکٹر صاحب موصوف نے کیمسٹری کی بہت سی کتب بھی تصنیف فرمائیں جو بہت مقبول ہوئیں۔

طلباء میں آپ اپنے حسن اخلاق کی بدولت مقبول ترین اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ ہر طالب علم سے محبت اور شفقت سے پیش آنا، ایک شفیق باپ کی طرح ان کی رہنمائی کرنا اور ہر ممکن مدد فرمانا آپ کے بنیادی خصائل میں شامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام طلباء اور اساتذہ آپ کو ہمیشہ پیار سے "شاہ جی" کہہ کر پکارتے اور آپ کا بے حد احترام کرتے۔

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن، جرمنی، جہاں محترم پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا گو ہیں، وہاں آپ کے صاحبزادگان محترم پروفیسر سید برہان احمد شاہ صاحب، محترم سید نعمان احمد شاہ صاحب (مقیم امریکہ) اور آپ کی صاحبزادیوں، محترمہ راشدہ احمد صاحبہ اور محترمہ بشریٰ ناصر صاحبہ، کی خدمت میں بھی دلی تعزیت کا اظہار کرتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے شفیق باپ کی جدائی پر صبر کرنے اور ان کے لئے ہمیشہ دعا گو رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ بھی قرار پایا کہ یہ قرارداد **حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** کی خدمت میں بھی پیش کی جائے۔

ہم ہیں ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

۱۔ بخدمت محترم پروفیسر سید برہان احمد شاہ صاحب

۲۔ بخدمت محترم سید نعمان احمد شاہ صاحب

۳۔ بخدمت محترمہ سیدہ راشدہ احمد صاحبہ

۴۔ بخدمت محترمہ سیدہ بشریٰ ناصر صاحبہ

خاکسار پروفیسر حمید احمد چوہدری

صدر۔ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

میرے ابّی

لفظ "ابّی" کتنا پیارا اور اپنے اندر کتنی مٹھاس رکھتا ہے۔ بلکہ "امی اور ابّی" خدا نے یہ دونوں رشتے اپنے بندوں سے پیار کے ثبوت میں تخلیق کئے ہیں۔ میرے "ابّی" پروفیسر ڈاکٹر سیّد سلطان محمود شاہد صاحب ایک کامیاب زندگی گزار کر مؤرخہ 3 مارچ 2013ء بروز اتوار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

"ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" (البقرہ)

دل اُنکی جدائی میں بہت اُداس ہے، آنکھیں آنسو بہاتی ہیں مگر ساتھ ہی ابّی جی کے انجام بخیر کو دیکھ کر بہت اطمینان اور سکون ملتا ہے۔ پُوری دنیا میں پھیلے ہوئے اُن کے شاگرد، اُنکے کولیگز، دوست، اعزاء اقارب سب اُنکی جدائی میں بہت مغموم ہیں اور بہت پیارے انداز میں ابّی جی کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ سب سے بڑھ کر پیارے آقا سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ابّی جی کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 8 مارچ 2013ء کو فرمایا:

"آپ دیرینہ خادم سلسلہ تھے... شاہ صاحب میرے اُستاد تھے... میں نے بھی کچھ عرصہ اُن سے پڑھا ہے... اُن کے پڑھانے کا انداز بہت مختلف تھا یعنی وہ دوست بن کر پڑھاتے تھے... بہت سادہ اور ہمدرد طبیعت کے مالک تھے... ہر کسی کی مدد کرنا اپنا فرض خیال کرتے تھے... اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں جگہ عطاء کرے۔"س (آمین)

ابّی جی 16 اکتوبر 1923ء کو اپنے آبائی گاؤں "شاہ مسکین" ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ ہمارے دادا حضرت سیّد سردار احمد شاہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعود تھے اور انہوں نے 1900ء میں پندرہ سال کی عمر میں بیعت کی تھی۔ تاریخِ احمدیت لاہور میں دادا جان (حضرت سیّد سردار احمد شاہ صاحب) کے حالاتِ زندگی درج ہیں۔ کیونکہ دادا جان کی پیدائش 1885ء میں اپنے ننھیال کے ہاں چوہٹہ مفتی باقر، لاہور میں ہوئی تھی اور انہوں نے میٹرک تک تعلیم بھی اسلامیہ ہائی سکول، شیرانوالہ گیٹ،

لاہور سے حاصل کی۔ میٹرک کے بعد داداجان محکمہ انہار میں ملازم ہوگئے اور ملازمت کا عرصہ شیخوپورہ، لاہور، ساہی وال، ہیڈ مرالہ، ملتان اور گوجرانوالہ میں گزارا۔ 1940ء میں انہوں نے 55 برس کی عمر میں ملازمت سے فراغت حاصل کر لی تھی اور اپنے آبائی گاؤں ''شاہ مسکین'' جا کر رہائش اختیار کرلی جہاں پر اُنکی ذاتی 2 مربع زرعی آراضی تھی جبکہ 2 مربع اراضی باقی خاندان کی تھی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہمارے گاؤں شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ میں احمدیت کا آغاز 1897ء کے لگ بھگ ہو گیا تھا۔ جب داداجی کے چچا حضرت سیّد رمضان شاہ صاحب نے احمدیت قبول کر لی جبکہ داداجان کے والدِ محترم حضرت سیّد فرمان شاہ صاحب حضرت مسیح موعود کے دعویٰ سے قبل ہی 25 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ جب ہمارے داداجی صرف 40 دن کے تھے۔ حضرت سیّد رمضان شاہ صاحب اور اُن کے بیٹوں نے 1897ء میں بیعت کی تھی۔ بعد میں حضرت سیّد رمضان شاہ صاحب کی بیٹی محترمہ سیّدہ زیب النساء سے داداجان کی شادی ہوئی۔ اِس طرح "شاہ مسکین" کو اِس علاقے میں احمدیت کی قدیم ترین مرکز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ گاؤں لاہور سے 28 میل کے فاصلے پر لاہور جڑانوالہ روڈ پر قصبہ شرقپور سے آگے واقع ہے اور مین ہائی وے سے دو میل اندر کی جانب ہے۔ احمدیت قبول کرنے سے پہلے ساداتِ خاندان کی نسبت سے ہمارے گاؤں میں ہماری گدی تھی اور پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا۔ اور ہر سال جولائی کے مہینے میں ہمارے بزرگ حضرت سیّد دیدار شاہ اور حضرت سیّد شاہ مسکین کے مزار پر عرس ہوا کرتا تھا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد حضرت مولانا غلام رسول راجیکی کی تحریک پر 1918ء میں شاہ مسکین کے سالانہ عُرس کو سالانہ جلسہ سیرت النبی میں تبدیل کر دیا گیا جو 1918ء سے لے کر 2009ء تک سوائے چند سالوں کے باقاعدگی سے منعقد ہوتا رہا اور اِس جلسہ میں جماعت کے جید علماء حضرت مولانا غلام رسول راجیکی، حضرت مولانا محمد حسین سبز پگڑی والے، حضرت مولانا سیّد احمد علی شاہ صاحب جیسے بزرگ ایک لمبے عرصے تک شامل ہوتے رہے۔ 2010ء میں پاکستان کے حالات کی وجہ سے مرکز نے جلسہ منعقد کرنے کی اجازت نہ دی اور ابھی تک 2010ء کے بعد جلسہ منعقد نہیں ہو سکا۔ اِس جلسہ کے کل اِخراجات بفضلہ تعالیٰ ہمارے خاندان کے ذمہ ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ اِس جلسہ کے ہونے کے جلد سامان پیدا کر دے۔ (آمین)۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع نے 1963ء کے جلسہ شاہ مسکین میں مرکزی نمائندہ کے طور پر شرکت کی تھی۔ اِس طرح قادیان کے سالانہ جلسہ کے بعد غالباً جلسہ سالانہ شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ کو جماعت کا قدیم ترین جلسہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ شاہ مسکین گاؤں میں صرف ہمارے خاندان کے لوگوں کے گھر اور زرعی آراضی ہے۔ احمدیہ مسجد ہے

اور ہمارا خاندانی احمدیہ قبرستان جس میں 4 صحابہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام بھی مدفون ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ اِس علاقے میں ہمارے خاندان کا اچھا اثر و رسوخ ہے۔

دادا جان نے ابّی جان کی پیدائش سے پہلے سیّدنا حضرت مصلح موعود کا ایک خطبہ سُنا جس میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس شخص کے 3 بیٹے ہوں وہ کم از کم ایک بیٹا ضرور وقف کرے۔ دادا جان بتایا کرتے تھے کہ اُس وقت میرے دو بیٹے تھے۔ میں نے نیّت کرلی کہ اگر خدا نے مجھے ایک اور بیٹا عطا کیا تو میں اُسے ضرور وقف کروں گا۔ اِس طرح دادا جان نے ابّی جان کو پیدائش سے پہلے ہی وقف کر دیا تھا۔

ابّی جی نے ابتدائی تعلیم شیخوپورہ، گوجرانوالہ اور لاہور سے حاصل کی۔ جہاں اُس وقت دادا جی کی Posting تھی۔ 1938ء میں ابّی جی نے مسلم ہائی سکول بیرون دھلی گیٹ لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اُس کے بعد B.Sc. تک اسلامیہ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ دورانِ تعلیم آپ کالج میں سپورٹس سے وابستہ رہے۔ والی بال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے اور جلسہ تقسیم انعامات 1942ء میں بحیثیت کیپٹن والی بال ٹیم، اسلامیہ کالج لاہور جو پنجاب یونیورسٹی کی رنزاپ ٹیم تھی، آپ نے قائدِ اعظم کے ہاتھوں انعام وصول کیا تھا۔ B.sc. کرنے کے بعد آپ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں پیش ہوئے تو حضور نے اُنہیں مزید تعلیم حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ علی گڑھ چلے گئے اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایم۔ ایس۔ سی کیمسٹری میں داخلہ لے لیا۔ 1946ء میں آپ نے ایم ایس سی کیمسٹری کا امتحان پاس کیا اور سیدھے قادیان حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور حضور نے بطور لیکچرار کیمسٹری تعلیم الاسلام کالج قادیان میں آپ کا تقرر کر دیا۔ ابھی وہاں گئے آپ کو چند مہینے ہی گزرے تھے کہ پارٹیشن ہو گئی اور جماعت کا اکثر حصہ قادیان سے لاہور ہجرت کر کے آگیا۔ پارٹیشن کے فوراً بعد تعلیم الاسلام کالج کو لاہور میں دوبارہ شروع کیا گیا اور آپ وہاں مصروفِ کار ہو گئے۔ پھر کالج کو ڈی۔ اے۔ وی کالج کی عمارت مل گئی جہاں تعلیم الاسلام کالج ربوہ منتقل ہونے سے پہلے 1954ء تک کام کرتا رہا۔ جب کالج ربوہ منتقل ہو گیا تو آپ بھی دیگر سٹاف ممبرز کے ساتھ ربوہ شفٹ ہو گئے۔ اِس سے پہلے لاہور میں قیام کے دوران چھ سال تک ابّی جی سیکریٹری تبلیغ جماعت احمدیہ لاہور رہے اور کئی کامیاب جلسہ ہائے سیرت النبی کا اِنعقاد کروایا۔

مئی 1953ء میں ابّی جی کی شادی ہماری والدہ مرحومہ محترمہ ثریا جبین صاحبہ بنت میاں ولایت محمد صاحب آف موچی گیٹ لاہور سے ہوئی۔ ہمارے نانا جان میاں ولایت محمد زرعی کالج لائلپور میں Draftsman تھے اور لائلپور کی احمدیہ مسجد کا نقشہ نویسی سے لے کر اُس کی تعمیر تک آپ نے بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ اُن کے والدِ محترم میاں محمد صاحب میو سکول آف آرٹس (حال نیشنل کالج آف آرٹس لاہور) سے وابستہ تھے بلکہ ایک روایت کے مطابق مسجد فضل لنڈن کا نقشہ اُن کا تیار کردہ ہے۔

ہماری والدہ مرحومہ ثریا جبین صاحبہ بہت ہی زندہ دل، نفاست پسند، باوقار، اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ چنانچہ خاندان کے اکثر بچوں نے ہمارے گھر رہ کر تعلیم حاصل کی۔ اب جبکہ وہ نسل بھی اُدھیڑ عمر کو پہنچ چکی ہے جو ہمارے گھر ربوہ رہ کر یہاں پڑھتے تھے۔ امی اور ابّی کے ذکر پر عقیدت اور محبت سے اُن کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ 15 فروری 1995ء کو ہماری والدہ مرحومہ کی وفات ہوئی اور وہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ ابّی جی اکثر کہا کرتے تھے کہ ثریا نے وقف نبھانے میں میرا بھرپور ساتھ دیا اور اُسی کے تعاون اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے میں وقف کو صحیح طور پر نبھا پایا ہوں۔

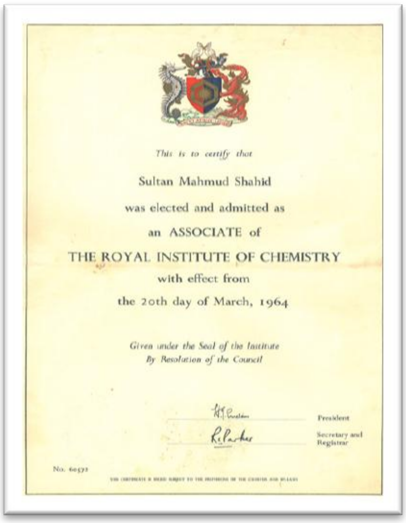
This is to certify that
Sultan Mahmud Shahid
was elected and admitted as
an ASSOCIATE of
THE ROYAL INSTITUTE OF CHEMISTRY
with effect from
the 20th day of March, 1964
Given under the Seal of the Institute
By Resolution of the Council
President
Secretary and Registrar

ابّی جی اکتوبر 1956ء میں لنڈن چلے گئے جہاں آپ نے Battersea College of Science and Technology یونیورسٹی آف لنڈن میں آرگینک کیمسٹری میں .Ph.D میں داخلہ لے کر ریسرچ شروع کر دی۔ اِس دوران آپ کی رہائش مشن ہاؤس میں حضرت میاں طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع اور محترمی سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب کے ساتھ رہی اور اُن سے بہت اچھا تعلق بنا جو ساری عمر قائم رہا۔ ابّی جی کے وہاں ہوتے ہوئے پہلی بار مجلس خدام الاحمدیہ لنڈن کا انتخاب ہوا اور آپ نے کچھ عرصہ صدر خدام الاحمدیہ اور سیکریٹری مال کے فرائض سرانجام دیئے۔ ستمبر 1958ء تک آپ اپنی .Ph.D مکمل کر چکے تھے۔ مگر پاکستان واپسی مارچ 1959ء میں ہوئی۔ واپسی پر آپ دوبارہ ٹی آئی کالج ربوہ سے بطور پروفیسر آف کیمسٹری وابستہ ہو گئے اور 1963ء تک پڑھاتے رہے۔ 1963ء میں آپ پھر لنڈن چلے گئے اور ویسٹ فیلڈ کالج جو اب کوئین میری (یونیورسٹی آف لنڈن) میں مرج ہو چکا ہے۔ وہاں پر ایک سال پوسٹ ڈاکٹرل ریسرچ کی اور رائل انسٹی ٹیوٹ آف کیمسٹری کی فیلوشپ حاصل کی۔ 1964ء میں آپ پاکستان واپس آ گئے۔ 1964ء تا 1978ء آپ نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پروفیسر، ہیڈ آف کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ اور بعد میں کچھ عرصہ کے لئے نگران پرنسپل کے فرائض سرانجام دیئے۔ ڈھاکہ میں ہونے والی سائنس کانفرس میں دوبار شرکت کی۔ کالج یونین کے 16 سال تک انچارج رہے۔ ٹی آئی کالج سے تو گویا آپ کو عشق تھا اور وہاں کے طلباء آپ کا عزیز ترین سرمایہ تھے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ 1946ء سے لے کر 1965ء تک کالج میں رفیق کار رہے۔ ابّی بتایا کرتے تھے کہ حضور سب کے ساتھ اُردو بولتے تھے۔ مگر میرے ساتھ بے تکلفی میں پنجابی زبان میں بات کرتے تھے۔ آپ اپنے شاگردوں کو پیار سے ''بلی'' کہتے تھے اور بہت سارے شاگردوں نے آپ کی وفات پر مجھے کہا کہ شاہ جی ہمیں پیار سے بلی کہتے تھے۔ آپ کالج کے مشہور Juma Club کے سرگرم رُکن تھے۔ اِس کلب میں صاحبزادہ مرزا

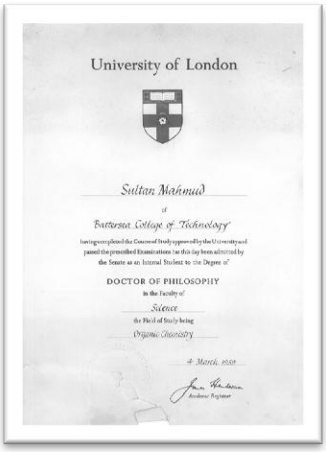
University of London
Sultan Mahmud
of
Battersea College of Technology
having completed the Course of Study approved by the University and passed the prescribed Examinations has this day been admitted by the Senate as an Internal Student to the Degree of
DOCTOR OF PHILOSOPHY
in the Faculty of
Science
the Field of Study being
Organic Chemistry
4 March 1959
Academic Registrar

خورشید احمد صاحب، مکرمی چوہدری حمید اللہ صاحب، مکرمی پروفیسر حمید احمد چوہدری صاحب وغیرہ اِس کلب کے روحِ رواں تھے۔

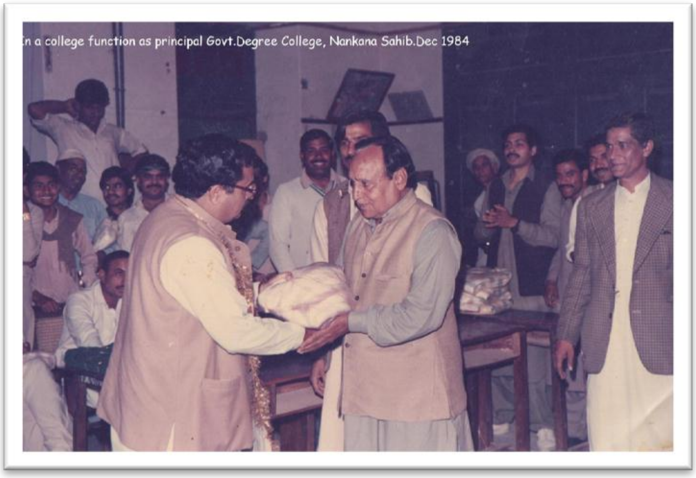

ٹی آئی کالج کے حکومتی تحویل میں جانے کے بعد آپ کو دسمبر 1978ء میں گورڈن کالج راولپنڈی ٹرانسفر کر دیا گیا۔ 1984ء کے آغاز میں آپ کو پرنسپل بنا کر گورنمنٹ ڈگری کالج ننکانہ صاحب (شیخوپورہ) ٹرانسفر کر دیا گیا۔ سروس کے آخری تین سال آپ نے وہاں پر گزارے اور بفضلہ تعالیٰ وہاں بھی بہت عزت حاصل کی۔

اکتوبر 1986ء میں جب آپ سروس سے Retire ہوئے تو کچھ دنوں بعد گورنمنٹ کالج ننکانہ صاحب کے سب سٹاف ممبران خاص طور پر ابّی سے ملنے ربوہ آئے۔ ابّی نے اُنہیں سارے ربوہ کی سیر کروائی۔ پھر سب سٹاف ممبران کو دریائے چناب پر کشتی کی سیر کروائی۔ جس سے سب اساتذہ بہت لطف اندوز ہوئے۔ اور آج 28 سال گزر جانے کے باوجود اُن میں سے کئی پروفیسر حضرات نے بذریعہ فون ابّی جی ساتھ تعلق رکھا ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ننکانہ صاحب کالج میں اُردو کے ایک پروفیسر جنھوں نے حال ہی میں وفات پائی ہے اور جن کا جماعتِ اسلامی سے بہت گہرا تعلق تھا اُنہوں نے میری موجودگی میں کہا کہ ڈاکٹر صاحب مجھے آپ کے باقی لوگوں کا تو اندازہ نہیں کیونکہ میرا کسی سے رابطہ نہیں مگر میں آپ کو سچا مومن سمجھتا ہوں۔

Retirement سے پہلے اور بعد میں بھی آپ کو ایک ہی شوق تھا کہ میں اپنے احمدی طلباء کے لئے کچھ کروں۔ چنانچہ ربوہ میں ناصر کنڈر گارٹن سکول، ناصر پبلک سکول اور سروس سے فراغت کے بعد 1987ء میں الہدیٰ ماڈل کالج ربوہ بنایا اور اِن اداروں نے ایک عرصہ تک ربوہ کے طلباء کی تعلیمی ضروریات کو پورا کیا۔

خاکسار نے جب گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کرنے کے بعد بطور لیکچرار گورنمنٹ سروس جوائن کی تو مجھے یہی نصیحت کی کہ ہمیشہ اپنے طلباء کا خیال رکھنا اور ان کی عزت کرنا وہ تمہیں بہت عزت دیں گے اور کسی بھی سٹوڈنٹ کو کلاس سے مت نکالنا اور نہ ہی کسی کو Detain ہونے دینا کیونکہ بعض اوقات بچے ناسمجھی میں غلطی کر جاتے ہیں۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو در گزر سے کام لینا۔ چنانچہ خاکسار نے ہمیشہ ابّی کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس کا بہت اچھا اثر دیکھا ہے۔ ابّی جی کو اعلیٰ تعلیم کا بہت شوق تھا اور ہر ملنے والے کو یہی نصیحت کرتے کہ Ph.D. کرنے کی کوشش کرو۔ اپنا تعلیمی معیار Maximum بہتر بناؤ۔ چنانچہ ابّی کی وفات پر ان کے کئی شاگردوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ آج وہ جس مقام پر ہے اس کے پیچھے شاہ جی کی حوصلہ افزائی کا ہاتھ ہے۔

ابّی جی اپنی عائلی زندگی میں بھی بہت کامیاب انسان تھے۔ ہماری والدہ مرحومہ کے ساتھ بہت ہی آئیڈیل انڈرسٹینڈنگ تھی اور ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ ایک بہترین بیٹا، بہترین خاوند، اور بہترین باپ تھے اور خاندان والوں کے لئے ایک نہایت ہمدرد راہ نما کی حیثیت رکھتے تھے۔ خاندان میں ہر ایک کا خیال رکھتے۔ چنانچہ ابّی کی وفات پر پورے خاندان والے اس بات کا اعتراف کر رہے تھے کہ ابّی نے ہر مشکل وقت میں ان کا ساتھ دیا اور ان کی قدم قدم پر راہنمائی کی۔ اتنے شفیق باپ تھے کہ ہمیں کبھی تھپڑ تو درکنار ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔ وہ ہمارے باپ بھی تھے اور بہترین دوست بھی۔ ہمارے راہ نما بھی تھے۔ چنانچہ جب چھوٹا بھائی **عزیزم سید نعمان احمد** جب ایم۔ ایس۔ سی اپلائڈ کیمسٹری کر کے امریکہ گیا تو ہمیشہ اسے یہ نصیحت کی کہ آگے پڑھائی کرو۔ چنانچہ جب نعمان نے ایم۔ ایس میں جارج مین یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو ابّی بہت خوش تھے اور مجھے بھی ہمیشہ پی ایچ ڈی کرنے کا کہتے۔ ہماری بڑی بہن باجی راشدہ نے بھی پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ ایس۔ سی کمیسٹری کی ہے۔ جبکہ چھوٹی بہن بشریٰ ناصر ریاضی کی طالب علم رہی ہے۔ اور ایم ایس سی ریاضی تک تعلیم حاصل کی۔ خاکسار نے Fsc کے بعد جب اپنے طبعی میلان کی وجہ سے آرٹس اور خاص طور پر اردو ادب پڑھنے کا شوق ظاہر کیا تو بے حد حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ میں نے ابّی کی ہمت افزائی کی وجہ سے ہی اُردو ادب اور فارسی ادب میں ایم۔ اے کیا اور ایم فل تک تعلیم حاصل کی۔ اور پھر بعد میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ ایس۔ سی جیو گرافی کی۔ میرے لیکچرار بننے پر بہت خوش تھے اور ہمیشہ خوشی کا اظہار کرتے کہ اللہ نے تمہیں ایک مقدس شعبے میں کام کرنے کی توفیق دی ہے۔

ہم چاروں بھائی بہنوں میں سے خاکسار کو ہمیشہ ان کے ساتھ رہنے کی توفیق ملی۔ اپنی بتالیس (42) سالہ زندگی کا اکثر حصہ میں نے ابّی کے ساتھ گزارا ہے۔ ابّی میری کیا سب کی پہچان تھے۔ اپنے شاگردوں، دوستوں اور کولیگز کے "شاہ جی" تھے۔

آج ابّی کے جانے سے بہت مغموم ہیں۔ میری تو دنیا بدل گئی ہے اور اُداسی کے ریلے نے مجھے اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک دن یہ گھر ان سے محروم ہو جائے گا۔ مگر یہ چشم زدن میں ہو گیا۔ کل تک ان کی باتیں تھیں مسکراتا ہوا چہرہ، شفقت بھری نظر تھی مگر اب کچھ بھی نہیں۔ بے رحم یادوں کے سواء اور کچھ بھی نہیں۔ درد و تاسف کی لہر آتی ہے اور دل کے کنارے سے ٹکرا کر بے بسی کے سمندر میں گُم ہو جاتی ہے۔ درد فراق کا تاسف اس بات کا کہ ان کی خدمت کا حق ادا نہ کر سکا۔

اس ہاتھ کا لمس یاد ہے گرم پیشانی پر آخری بوسہ یاد ہے۔ اب ایک خلا ہے جو پُر نہیں ہوتا۔ ایک یاد ہے جو محو نہیں ہوتی ایک رمیدہ خوشبو جس کی مہک باقی ہے۔

ابّی جی آپ تو اپنی زندگی خوب نبھا گئے۔ اپنے بچوں، دوستوں، شاگردوں اور سب سے بڑھ کر خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کے سائے تلے آپ جنت ابدی کے مکین بن گئے ہیں۔ مگر کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرتا جب آپ کی یاد میں آنکھ نے آنسو نہ بہائے ہوں۔ آپ کے جانے سے مجھے اس طرح لگتا ہے جیسے میں تیز دھوپ میں اکیلا کھڑا ہوں اور میرے سر کی چھاؤں رخصت ہو گئی ہے۔ پھر دل کو تسلی ہوتی ہے کہ وہ جنت میں اپنے پیاروں کے پاس ہوں گے اور خدا کی رحمت سے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ جب آپ سے اگلے جہان میں ملاقات ہو تو میں بے اختیار ابّی کہہ کر آپ سے لپٹ جاؤں اور آپ کی آواز "برہان" میرے کانوں میں گونج کر مجھے ابدی سکون عطا کر دے۔ (آمین)

"اے اطمینان پانے والی روح اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل، تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔" (الفجر)

(پروفیسر سیّد بُرہان احمد ناصر)

دو پیارے وجود رخصت ہوئے

مارچ ۲۰۱۳ تو تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے لئے ماہ حزن بن کر آیا۔ابھی شاہ جی کی جدائی کا غم تازہ ہی تھا کہ ہمارے بہت ہی پیارے دوست برادرم محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد بھی اللہ تعالی کے حضور حاضر ہو گئے۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جان فدا کر۔اللہ تعالی دونوں کو اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔شاہ جی کی وفات پر ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ المنار مارچ ۲۰۱۳ کا ایشو صرف شاہ جی کے تذکرہ کے لئے وقف کیا جائے گا مگر ابھی اس کام کو شروع ہی کیا تھا دوسری خبر آگئی اس لئے دونوں احباب کا ذکر کرنا ہو گیا۔ذیل کی تصویر میرے بھانجے کی شادی پر لی گئی تصاویر میں اچانک نظر آئی۔ کیسا عجیب اتفاق ہے ہی اکھٹے بیٹھے ہیں اکھٹے ہی رخصت ہو گئے۔

میرا تو دونوں سے محبت اور اخلاس کا تعلق تھا اور سمجھ نہیں آتی کہاں سے شروع کروں اور کیا لکھوں۔ ویسے بھی مجھے لکھنا نہیں آتا۔ میرے محترم دوست ڈاکٹر پروازی صاحب نے تو چند روز شاہ پر بڑا خوبصورت مضمون لکھ کر بھجوا دیا۔تاہم ہیں شاہ جی کا تذکرہ زیادہ کروں کا کہ وہ میرے شفیق استاد تھے۔میرے محسن تھے اور نہایت مخلص دوست تھے۔ان سے میرا ساٹھ سال کا تعلق ۱۹۵۳ میں شروع ہوا جب جب وہ مجھے تعلیم الاسلام کالج لاہور میں کیمسٹری پڑھاتے تھے ۔میں جانتا ہوں میں کسی طرح بھی ان کی عظیم شخصیت کے اوصاف حمیدہ جوان کے جاننے والے سب جانتے ہیں کے بیان کا حق ادا نہیں کر سکوں گا۔اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس تحریر کو صرف اپنے ذاتی تعلق کی چند جھلکیوں تک محدود رکھوں۔ شاہ صاحب جن کو مرحوم کہنے سے دل گھبراتا ہے کی ذات میں ایک charisma تھا۔ایک کشش تھی۔خاکسار کے ساتھ تو ان سے ایسا تعلق تھا جیسے میں انہیں کے گھر کا فرد ہوں۔ میری اہلیہ مرحومہ کو وہ نام سے ے کر پکارتے۔میری ہر خوشی غمی میں برابر شریک ہوتے اور میرا سہارا بنتے اور رہنمائی کرتے۔

چوہدری مبارک مصلح الدین احمد سے بھی ۱۹۴۷ سے تعلق شروع ہوا جب ہم ہجرت کے بعد چنیوٹ میں اکٹھے رہتے تھے۔ وہ مجھ سے عمر میں بڑے تھے مگر اپنے بزرگ والد محترم صوفی غلام محمد صاحب کی طرح میرے ساتھ ہمیشہ شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ ہم چنیوٹ

یہ تصاویر ربوہ میں میرے بیٹے کے نکاح کے موقع کی ہیں جو محترم مبارک مصلح الدین نے پڑھایا تھا

میں ایک ہی محلہ میں رہتے تھے۔ وہ نہ صرف ایک اچھے طالب علم تھے وہ بڑے اچھے سپورٹس مین بھی تھے۔ عین جوانی میں انہوں نے زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی اور پھر نہایت صبر اور اخلاص سے اس عہد کو بنھایا۔

شاہ جی کالج کے سب سے ہر دلعزیز اساتذہ میں سے تھے۔ صرف اس لئے نہیں کہ ان کو اپنے مضمون پر عبور تھا اور طریق تدریس عمدہ تھا بلکہ اس لئے بھی کہ وہ نہ صرف اپنے براہ راست شاگردوں سے بلکہ کالج کے تمام طلباء سے انتہائی دوستانہ اور برادرانہ رشتہ رکھتے تھے۔ برادرم محترم امام بشیر احمد خان رفیق جن کا شاہ صاحب سے مجھ سے بہت پہلے تعلق شروع ہوا اور پھر شاہ صاحب کے لندن میں قیام کے دوران جہاں وہ امام تھے اور شاہ جی پی ایچ ڈی کرنے آئے ہوئے تھے یہ تعلق اور بھی گہرا ہو گیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں تو کیمسٹری نہیں پڑھتا تھا مگر شاہ صاحب کے ساتھ ایک خاص محبت کا رشتہ شروع ہی سے قائم ہو گیا تھا۔ اسی طرح ہمارے دوست بردارم

سید محمود زمان عباسی بھی کیمسٹری نہ پڑھنے کے باوجود شاہ جی کے احسانوں کو تذکرہ کرتے نہیں تھکتے۔ انہوں نے مجھے وہ یادگاری فوٹو بجھوایا جو انہوں نے قادیان جلسہ پر شاہ جی کے ساتھ بنوایا تھا۔ شاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے فرمائے ہوئے وہ الفاظ یاد آرہے ہیں جب وہ کالج کے پرنسپل تھے ایک

روز سٹاف روم میں تشریف لائے جہاں کبھی کبھی آجایا کرتے تھے اور بے تکلفی سے اساتذہ سے گفتگو فرماتے تھے۔ باتوں میں شاہ جی کا ذکر شروع گیا تو فرمانے لگے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں شاہ جی کے اندر ایک فرشتہ ہے۔ فرمایا دہلی میں مصلح موعود کے جلسہ پر مخالفین نے فتنہ کرنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا اس سلسلہ میں شاہ جی بھی حفاظتی ڈیوٹی پر کھڑے تھے تو ایک دیو ہیکل پہلوان قسم کا شخص آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور شاہ جی کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی تھی۔ شاہ جی نے اس چھڑی سے جو اسے مارا تو وہ پہلوان دھڑام سے نیچے گرا اور پھر بھاگ گیا، فرمایا وہ شاہ جی کا ہاتھ نہیں تھا اس کے پیچھے خدا کے فرشتے کا ہاتھ تھا۔

ایک دلچسپ اور سبق آموز واقعہ

ایک دلچسپ اور سبق آموز واقعہ میں شاہ کی نسبت سے اپنے ان دوستوں کے لئے لکھ رہا ہوں جن کو اپنے عزیزوں کے خطوط کا جواب دینے کی عادت نہیں اور اس طرح وہ نہ صرف اپنے احباب کو مایوس کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات یہ تاثر پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ متکبر و مغرور ہیں۔ ۱۹۶۲ میں شاہ جی کا ارادہ ہوا کہ وہ ایک بار پھر انگلستان جائیں اور post doctoral research کر کے برطانیہ کے رائل انسٹی ٹیوٹ آف کیمسٹری کی associateship حاصل کریں۔ میں اس سارے واقعہ کو تفصیل کے ساتھ اس لئے جانتا ہوں کہ اس سلسلہ میں تمام خطوط شاہ جی نے مجھ سے ہی ٹائپ کروائی۔ پہلا خط Prof. Kanyan کو لکھا گیا جو Battersea College میں ان کی پی ایچ ڈی کے سپروائزر تھے۔ کچھ روز بعد Battersea College کا جواب آیا کہ وہ خط چونکہ Prof. Kanyan کے ذاتی نام پر تھا اور پروفیسر موصوف اس وقت وفات پا چکے ہیں اس لئے وہ خط انہوں نے Mrs. Kanyan کو بھجوا دیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس کا جواب دیں۔ چند دن بعد Mrs. Kanyan کا جواب آیا کہ ان کے خاوند کے نام لکھا ہوا آپ کا خط ذاتی سمجھ کر Battersea College نے ان کو بھجوا دیا تھا مگر میں نے کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ ذاتی خط نہیں تھا اس لئے میں نے وہ خط واپس کالج کو بھجوا دیا ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد Battersea College کالج کا خط آیا کہ جس فیلڈ میں Prof. Kanyan کام کر رہے تھے ان کی وفات کے بعد اب وہ کام ان کے کالج سے تو بند ہو گیا ہے مگر اب اس فیلڈ میں Westfield College میں کام ہو رہا ہے اور آپ کا خط ان کو بھجوایا جا رہا ہے ممکن ہے وہ آپکی مدد کر سکیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد ویسٹ فیلڈ کالج کا خط آیا کہ آپ اپنے پی ایچ ڈی کے Thesis کی نقل بجھوائیں تو ہم فیصلہ کر سکیں گے۔ شاہ صاحب کے پاس وہ مسودہ تو تھا مگر کہنے لگے اس کی فوٹو کاپی پر تو بہت پیسے لگیں گے ان کو کہتے ہیں Thesis بیٹر سی کالج کی لائبریری میں پڑا ہے وہاں سے منگوا کر نقل کروالیں۔ میں نے کہا شاہ جی یہ کیا مذاق ہے کام آپ کا ہے اور کریں وہ۔ کہنے لگے تم نہیں جانتے یہ

بڑے اچھے لوگ ہیں۔ کروالیں گے۔ چناچہ کچھ عرصہ بعدان کا خط آیا کہ آپ آسکتے ہیں۔ بتائیں کب آئیں گے۔ اس پر شاہ جی نے لکھا کہ میں لندن کا خرچ برداشت نہیں کر سکتا۔ آپ کچھ مدد کی صورت پیدا کریں تو ممنوب ہوں گا۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ آپ کو پچاس پونڈ ماہوار مل جائے گا۔ اس وقت شاید یہ معقول رقم تھی مگر شاہ جی نے پھر لکھا کہ میں تو بال بچے دار ہوں یہ رقم کم ہے۔ اس پر انہوں نے وظیفہ کی رقم پچاس سے بڑھا کر اسی پونڈ کردی اور شاہ جی نے منظوری کا خط لکھ دیا۔ تو دیکھیں ایک خط کو کتنا سنجیدگی سے لیا گیا۔ کاش ہمارے احباب بھی خط وکتابت کے معاملہ میں اس واقعہ سے رہنمائی حاصل کریں۔

جیسے ان کے صاحبزادے مکرم پروفیسر برہان احمد ناصر صاحب نے ذکر کیا ہے شاہ جی کے اباواجداد کی پیری مریدی کی گدی تھی اور شاہ مسکین میں سالانہ عرس ہوتا تھا جوان کے احمدیت میں شامل ہونے کے بعد جلسہ سالانہ میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے خود اس میں شامل ہو کر دیکھا کہ شاہ جی مہمانوں کی خدمت میں مزدوروں کی طرح کام کرتے تھے اور ان کو دیکھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ

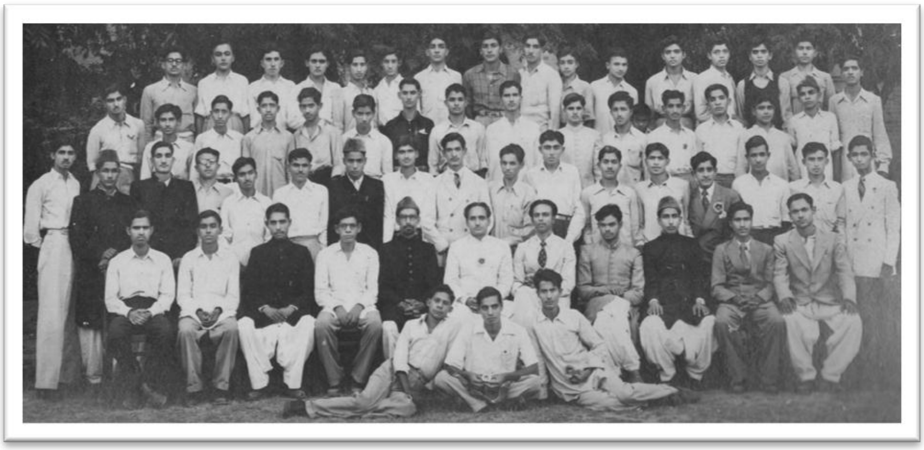

اتنے بڑے ڈاکٹر پروفیسر ہیں۔ مجھے یاد کر کے افسوس ہوتا کہ کہ ایک دفعہ میں ان کے جلسہ پر کار میں گیا تھا بارش کی وجہ سے سڑک پر بہت کیچڑ تھا جس میں میری گاڑی پھنس گئی اور میرے صد محترم استاد کو خود دھکا دینا پڑا جس سے میں شرمندہ بھی ہوا۔

میں نے شاہ جی کے ساتھ بہت سے سٹڈی ٹورز کئے جن کا نتظام وہ بڑی باریکی اور تفصیل سے کرتے تھے۔ مکرم پروفیسر برہان احمد ناصر صاحب نے جمعہ کلب ذکر کیا تو وضاحت کردوں جمعہ کے بانی محترم پروفیسر محمد ابراہیم ناصر مرحوم تھے۔ اس میں مخدوم و محترم صاحبزادہ مرزاخوشید احمد صاحب، اس میں مخدوم و محترم چوہدری حمیداللہ صاحب، شاہ جی۔ محترم چوہدری محمد شریف خالد صاحب مرحوم۔ محترم چوہدری سلطان اکبر صاحب۔ محترم چوہدری محفوظ الرحمان صاحب اور خاکسار شامل تھے۔ ایک مرتبہ شاہ جی کے گھر دعوت تھی جس میں محترم چوہدری عطاءاللہ صاحب تھے مدعو تھے۔ چوہدری عطاءاللہ صاحب نے کہا "شاہ جی تازہ پانی تے پلائیو"۔ شاہ صاحب نلکہ سے پانی کا گلاس لائے اور چوہدری صاحب کو کہا لئو چوہدری صاحب تازہ پانی پیو۔ چوہدری صاحب پانی

دیکھ کر کہتے ہیں "شاہ جی میں نے تو پانی مانگا تھا آپ سینڈ سکواش لے آئے ہیں "۔ دراصل شاہ جی کے نلکے کا فلٹر خراب تھا اور نلکہ ریت مارتا تھا۔ چوہدری عطاءاللہ صاحب کی گفتگو میں ہلکا پھلکا مزاہ کا پہلو ہوتا تھا۔

شاہ جی محترم کے ساتھ برادرم چوہدری مبارک مصلح الدین کا وہی استاد شاگرد کا رشتہ تھا۔ نصف صدی پہلے کی اس تصویر میں دونوں کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور یہ فوٹو بھی برادرم مصلح الدین نے وفات سے چند روز قبل مجھے ارسال کی تھی۔ وہ ایک ہونہار طالب علم اور بہت اچھے سپورٹس مین تھے۔ طبیعت کے خوش مزاج اور ہر ایک سے محبت سے ملتے اور مہمانوازی کرتے۔ واقف زندگی تھے اور بڑے ہی متوکل۔ ایک متقی باپ کے متقی بیٹے۔ جب انہوں نے وقف کیا تو واقفین کا الاونس بہت کم ہوتا تھا پر مبارک مصلح الدین کے لباس یا گفتگو سے کبھی ایسا تاثر نہیں ملتا تھا کہ وہ مالی لحاظ سے کسی مشکل کا شکار ہیں۔ اپنے بزرگ والد محترم کی طرح وہ نفس کے غنی تھے۔ خاکسار سے ان کی آخری ملاقات ربوہ میں میرے بیٹے کے نکاح کے موقع پر ہوئی جو خود انہوں ہی نے پڑھایا تھا۔ اگرچہ دل کا عارضہ توان کو کافی عرصہ سے لاحق تھا۔ ۱۹۸۵ میں اپریشن بھی ہوا تھا مگر دیکھنے میں صحت عمر کی مناسبت سے بہت اچھی لگتی تھی ۔ چند سال پہلے سائیکل سے گر کر چوٹ آئی تو کبھی کبھی حال دریافت کرنے کے لئے فون کرتا تو بڑے ہی پیار کا اظہار کرتے۔ یاالہیٰ ان دونوں جدا ہونے والوں کو جنت میں اعلیٰ علیین جگہ دینا۔

قرارداد تعزیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن، جرمنی، کا یہ ہنگامی اجلاس جماعت احمدیہ کے نہایت مخلص خادم اور واقف زندگی مکرم محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد کی رحلت پر اپنے گہرے دکھ اور انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد تعلیم الاسلام کالج کے ان ہونہار اور خوش قسمت سابق اوّلین طلباء میں سے تھے جنہوں نے بچپن ہی میں اپنے بزرگ والد اور دادا کے نیک نقش قدم چلتے ہوئے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی اور پھر اعلیٰ تعلیم ختم کرنے کے بعد پورے اخلاص اور استقلال کے ساتھ پورے ساٹھ سال تک اس عہد کو پوری وفا سے نبھاتے رہے۔ آپ کے والد محترم حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ جو خود اپنے بزرگ والد حضرت میاں محمد الدین صاحبؓ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے، ہم میں سے بہتوں کے استاد تھے۔ اس لحاظ سے مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب سے ہمارا دوہرا بلکہ تین گنا رشتہ بنتا ہے۔ مرحوم نہایت ذہین، محنتی اور معاملہ فہم ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ انسانی ہمدردی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور جس نے بھی ان کو مدد اور رہنمائی کے لئے کہا اسکی مدد کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ ان کے چہرے کی مسکراہٹ ملنے والوں کے لئے ہمیشہ خوشیاں بکھیرتی رہتی تھی۔

مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد ان خوش قسمت افراد سلسلہ میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے چار خلفاء کی قربت نصیب فرمائی اور انہوں نے ان سب سے بے بہا برکت پائی۔

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن، جرمنی، محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا گو ہیں، اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اور مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ اور آپ کی جملہ اولاد اور لواحقین کی خدمت میں بھی دلی تعزیت کا اظہار کرتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مرحوم کی جدائی پر کامل صبر کرنے اور ان کے لئے ہمیشہ دعا گو رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ ہم مکرم محترم حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی، نیز محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید اور ان کے توسط سے مرحوم کے تمام ذاتی دوستوں کی خدمت میں بھی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں

یہ بھی قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول **حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز** کی خدمت میں ارسال کرنے کے علاوہ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نیز تمام متعلقہ احباب و پسماندگان کو بھجوائی جائیں۔

ہم ہیں ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

خاکسار پروفیسر حمید احمد چوہدری

صدر۔ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد

ڈاکٹر پرویز پروازی

اپنے شاہ جی ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد کی سناؤنی بھی آگئی۔ جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں۔ کئی دنوں سے ان کی علالت کی خبر ای میل پر چل رہی تھی دوست احباب شاگرد سب ان کے لئے دعائیں کر رہے تھے مگر ہونی تھی ہو کر رہی اس پر کسی کا بس نہیں! نہ ان کی علالت کی تفصیل کا علم ہے مگر انجام سے تو کوئی بے خبر نہیں۔ آخر کو یہی ہونا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نیک نفس، متواضع، مخلص، نافع الناس اور متوکل وجود کو اپنے جوارِ رحمت جگہ دے۔ کچھ دن پہلے ایم ٹی اے پر شاہ جی کا کوئی پرانا انٹرویو چل رہا تھا اس وہ کچھ کمزور اور ناتوان سے لگتے تھے مگر ہم نے اسے عمر میں بھی کا تقاضا ہی جانا مگر ان کی شخصیت کا بانکپن اس انٹرویو میں نہیں تھا۔ وہ انٹرویو دیکھ کر دل سے دعا نکلی کہ اے باری تعالیٰ ہمارے کالج کے زمانے کے شاہ جی ہمیں لوٹا دے۔ وہ ہنستے بولتے شاہ جی۔ جو طلبا میں، رفقاء میں یکساں مقبول تھے جدھر سے گذر جاتے لگتا تھا تازہ ہوا کا جھونکا گذر گیا ہے۔

ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد کالج کے قدیمی اساتذہ میں سے تھے۔ قادیان کے بارے تو وثوق نہیں کہ شاہ جی سٹاف پر تھے یا نہیں کیونکہ اس وقت ڈاکٹر عبدالاحد صاحب کا اور سید فضل احمد کا نام کیمسٹری کے استاد کے طور پر سنا جاتا تھا اور تاریخ اس وقت میرے سامنے موجود نہیں [نوٹ: سید فضل احمد صاحب انگریزی کے پروفیسر تھے۔ تقسیم ہند کے بعد وہ انڈین پولیس سروس میں شامل ہو گئے اور بہار کے انسپکٹر جنرل پولیس کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ حمید احمد] لیکن لاہور کے زمانہ سے شاہ جی کالج کے سٹاف پر آگئے تھے پھر ربوہ میں تو کالج کے قومیائے جانے تک سٹاف پر رہے اور اسی "جرم" کی سزا بھی پائی مگر ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہیں آئی۔

ہم نے شاہ جی کو کالج میں داخل ہونے کے پہلے کے زمانے سے جاننا شروع کیا کیونکہ ان کی سائنس کی درسی کتابیں یونیورسٹی کے نصاب میں شامل تھیں اور تعلیمی حلقوں میں ایس ایم شاہد کا نام بڑا نام تھا اور سارے پنجاب میں ایک ہی یونیورسٹی تھی پنجاب یونیورسٹی جس میں ان کی درسی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی تھیں۔اس لئے سائنس پڑھنے والے طلبا سب سے پہلے جس نام سے آشنا ہوتے تھے وہ ایس ایم شاہد کا نام تھا۔ سائنس سے ہمیں کوئی مناسبت کسی زمانے میں بھی نہیں رہی مگر سائنس والوں کے ساتھ ہمارے تعلقات ہمیشہ خوش گوار رہے۔ ہمارے دوستوں میں سائنس پڑھنے والے اور پڑھانے والے بہت تھے۔ پھر ہمارے کالج کے سائنس پڑھانے والوں میں اور دوسرے کالجوں کے سائنس پڑھانے والوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ہمارے یونیورسٹی کے ایک مرحوم استاد کیمسٹری والوں سے بہت چڑتے تھے ان کا مقولہ تھا کہ ہمہ وقت بدبو میں گھرے رہنے والا کیمسٹری کا استاد کبھی کوئی خوش بودار بات برداشت کر سکتا ہے نہ کر سکتا ہے۔ خدا معلوم ان کا یہ تجربہ اتنا تلخ کیوں تھا مگر ہمارے کیمسٹری والے اساتذہ خان حبیب اللہ خاں ہوں یا ایس ایم شاہد یا اپنے مبارک احمد انصاری صاحب پھولوں کی طرح مہکتے تھے جدھر جاتے تھے ان کی شخصیت کی خوشبو دور دور تک پھیل جاتی تھی۔اب ان کیمسٹری والوں میں صرف استاذی مبارک احمد انصاری رہ گئے ہیں یا ان کے بھائی رفیق احمد ثاقب۔اللہم متعنا بطول حیاتہم۔

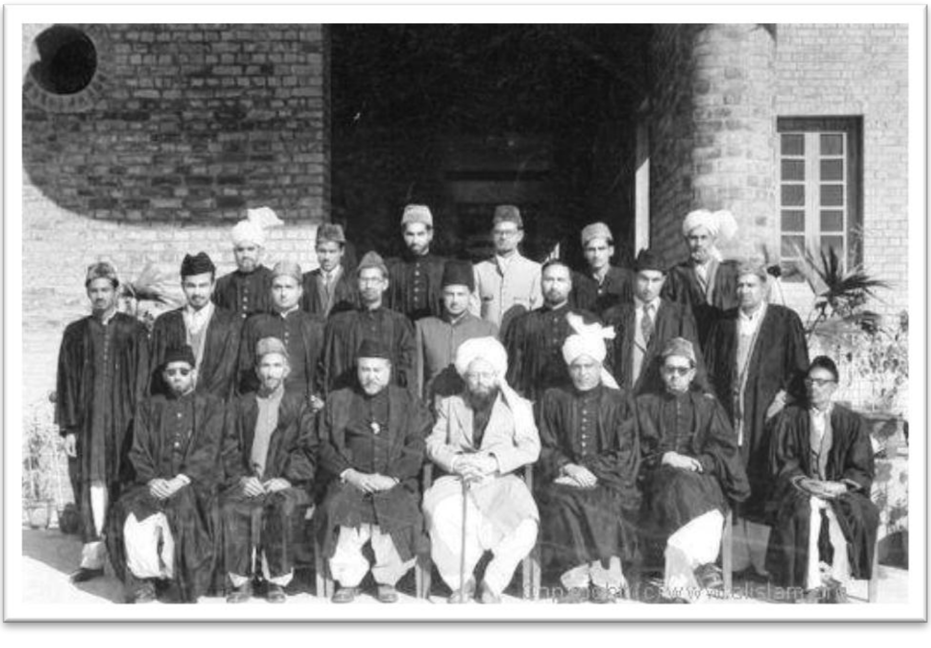

ہم نے پہلی بار اس مشہور و معروف آدمی کو ربوہ میں دیکھا تو ذرا یقین نہ آیا کہ وہ یہ وہی مشہور معروف پروفیسر ہے جس کی کتابیں یونیورسٹی کے نصاب میں شامل ہیں اور لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ سادہ کپڑوں میں ملبوس ایک نوجوان سا آدمی ایک ننھی منی بیٹی کی انگلی پکڑے سبزی خرید رہا ہے کوئی اکڑ فوں اس میں نہیں کہ پروفیسر ہے اور مشہور پروفیسر ہے۔وہ ننھی منی

بیٹی ہمارے ہی محلہ میں پلی بڑھی اور پھر اپنے ابا کے سکول کی پرنسپل بنی۔اس کے بھائی تو اللہ میاں نے بہت بعد کو دئے۔شاہ جی کا بڑا بیٹا ہماری بڑی بیٹی کا ہم عمر ہے۔راشدہ' شاہ جی کی لاڈلی بیٹی رہی ہے اور ہے۔اب آخری بیماری میں بھی اسی کے حوالہ سے شاہ جی کی خیر خیریت کی خبر ملتی تھی۔شاہ جی میں اور ہمارے مابین ایک قدر مشترک بھی ہے کہ قبلہ شاہ جی بھی اپنے لباس کی طرف سے لاپرواتھے جو ملا پہن لیا۔محلہ میں توان کا یہی چلن تھا البتہ کالج میں بش شرٹ اور پتلون پہنتے تھے۔کبھی کبھار سوٹ بھی زیب تن فرماتے تھے۔پی ایچ ڈی کرنے کے لئے کالج میں سے سب سے پہلے شاہ جی ہی لندن گئے واپس آئے توخیال تھا کہ ڈاکٹر ایس ایم شاہد اب توسوٹ بوٹ میں ملبوس رہا کریں گے مگر نہیں شاہ جی وضع دار تھے اپنی وضع پر قائم رہے۔اپنے خرچ پر پی ایچ ڈی کرنے گئے تھے اور اپنے حال میں مست رہے اور اپنا کام مکمل کر کے واپس آئے۔وہاں ولایت میں بھی مشن ہاؤس سے رابطہ استوار رکھا اور باقاعدہ وقت دیتے رہے۔اپنے مخصوص انداز میں اس زمانے کے واقعات سنایا کرتے تھے۔پھر مدتوں بعد اپنے بیٹے کو لندن یونیورسٹی میں داخل کروانے آئے تو مشن ہاؤس میں ملاقات ہوگئی ہم نے کہا شاہ جی جوانی کو یاد کرنے آئے ہیں؟ فرمانے لگے دعا کریں یہ بچہ ہماری جوانی کے زمانے جیسے مسائل سے عہدہ برآ ہوسکے۔مگر شاہ جی کے صاحبزادے شاہ جی کی طرح سختیاں جھیل نہ سکے ہوں گے غالباً پی ایچ ڈی تو نہ کر سکے کوئی چھوٹا موٹا ڈپلومہ ضرور لے گئے ہوں گے مگر ہمارا ان سے رابطہ نہیں رہا۔شاہ جی جیسی اولوالعزمی اور ثابت قدمی وہ کہاں سے لاتے؟

کالج کے سٹاف پر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد خاصے سینئر سٹاف ممبر تھے۔کبھی کبھار پرنسپل کی قائمقامی کرنا پڑتی تو پرنسپل کی کرسی پر یوں بیٹھتے جیسے زبردستی بٹھائے گئے ہیں۔یہی حال میاں عطاء الرحمٰن صاحب کا تھا پرنسپل کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے شرماتے تھے۔کالج کے قومیائے جانے کے بعد شاہ جی پر بہت سختیوں کے زمانے آئے ادھر ادھر تبادلے اور ان کے مرتبے سے فروتر جگہوں پر ان کی تعیناتی ہوتی رہی مگر جھیل گئے۔حالانکہ کالجوں کے قومیائے جانے کے وقت ان کا شمار پنجاب کے سینئر ترین اساتذہ میں تھا۔حق تلفی کے کڑوے گھونٹ انہیں بھی پینا پڑے۔ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر۔اسی زمانے میں آپ نے سکول کی بنیاد رکھی اور اس کو محکم ادارہ بنا دیا۔غالباً ایک انٹر کالج بھی شاہ جی کھولنا چاہتے تھے شاید کھولا بھی ہو مگر وہ ولولے کہاں وہ جوانی کدھر گئی؟ کا مضمون انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔یہ ادارے کسی مالی منفعت کے لئے نہیں کھولے گئے ان کے اندر کام کرنے کی جو لگن تھی اور کچھ کر گذرنے کی جو دھن تھی یہ سب اس کا کرشمہ تھا کہ شاہ جی ضعیف العمری میں بھی چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔

شاہ جی طبیعت کے دھیمے تھے جونیئر سٹاف سے بات کرتے وقت توان کا لہجہ اور زیادہ مربیانہ اور دوستانہ ہو جاتا تھا۔طلباء توان کے ساتھ یک گونہ بے تکلفی بھی برت لیتے تھے مگران کے ماتھے پر کبھی کوئی شکن نہ آتی۔یونین کے انچارج تھے توعہدیداروں سے

برابر کی سطح پر ملتے اور بات کرتے تھے۔ ہم نے کبھی ان کو طلبا کے بارے میں سختی کا رویہ اپناتے نہیں پایا۔ اگر کوئی طالب علم کسی قصور کے سلسلہ میں ان کے سامنے پیش ہوتا تو پہلے تو اس کے ساتھ ہمدردی کرتے کہ " بلی! تم نے یہ کام کیوں کیا؟" یہ بلی کا لفظ پنجابی کا بڑا پیار آمیز لفظ ہے جس میں باپ کی شفقت بھی شامل ہے بڑے بھائی کا پیار اور سرپرست کی سرزنش بھی۔ پھر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے اسے سمجھاتے اور وہ شرمندہ ہو کر معافیاں مانگنے لگتا۔

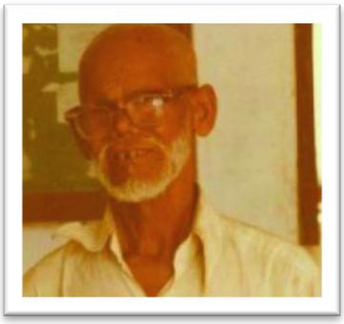

ہم نے شاہ جی کو جرمانوں سے اصلاح کرتے نہیں دیکھا پیار سے بے راہ روؤں کو سیدھی راہ پر لاتے دیکھا ہے۔ سائنس ہم نے ان سے پڑھی نہیں ان سے کیا کسی سے بھی نہیں پڑھی اس لئے ان کی درسی یا غیر درسی کتب سے استفادہ کا موقع نہیں ملا ہاں ہم نے شاہ جی طلبا کو رام کرنے کا ہنر سیکھا ہے۔ بچوں کو محبت دو گے تو محبت پاؤ گے۔

سٹاف میں شاہ جی کی دوستی تو سب سے تھی مگر بے تکلفی ایک دو دوستوں سے ہی تھی ایک تو اپنے ظفر احمد وینس تھے جو پی ایچ ڈی کرنے گئے تو کالج سے ہی گئے یا ان کے اور ہمارے محلہ دار اپنے برادرم چوہدری حمید احمد سے تھی۔ باقی دوستوں سے سٹاف میں اس طرح بے تکلف نہ ہوتے تھے۔ اور تو اور ہمارے چوہدری عطاء اللہ صاحب فارسی والے بھی ان کے بے تکلف دوستوں میں تھے مگر چائے شاہ جی کو بھی نہیں پلاتے تھے۔ جس دن اپنے شریف خالد مرحوم نے سٹاف روم میں اعلان کیا کہ انہوں نے سائیکل بیچ کر بھینس خرید لی ہے ظفر وینس صاحب نے پھبتی کہی لو گو اب کل سے شریف خالد صاحب بھینس پر سوار ہو کر کالج آیا کریں گے ابھی یہ اعلان جاری تھا کہ شاہ جی کسی کام سے اچانک سٹاف روم میں آ گئے پوچھنے لگے کیا اعلان ہو رہا ہے؟ ظفر صاحب نے کہا شریف خالد صاحب نے سائیکل بیچ کر بھینس خریدی ہے اس کا تذکرہ ہے۔ شاہ جی کہنے لگے خوش قسمت ہیں۔ میں تو اپنی سائیکل بیچوں تو اس سے بکری بھی نہ خریدی جائے۔ ظفر وینس صاحب کہاں چپ رہتے کہنے لگے نہ شاہ جی نہ! یہ کام نہ کیجئے گا آپ بکری پر سوار ہو کر کالج نہ آسکیں گے ہاں آپ کے بیٹے کے عقیقہ میں ضرور کام آسکے گی۔ ہمارے کالج کے سٹاف روم میں اس طرح کا بے ضرر پاکیزہ مزاح چلتا رہتا تھا۔

کالج کے میگزین المنار میں قبلہ شاہ جی کا ایک مضمون چھپا۔ اس مضمون نے کالج میں قیامت برپا کر دی مضمون تھا شادی کے بارے میں۔ ادھر المنار چھپ کر آیا ادھر شادی آگ بگولہ۔ کہ شاہ جی کو ہمت کیسے ہوئی کہ وہ میرے بارے میں " لکھیں "۔ شادی پرانے خیالات کا ان پڑھ آدمی تھا اس کو ناراض کرنے کو اتنی بات کی کافی تھی کہ کسی نے اس کے بارے میں لکھا ہے اور وہ المنار میں چھپا ہے اس کا خیال تھا کہ چھپتی وہی بات ہے جو اچھی نہ ہو ہم لوگوں نے اسے بہتیرا سمجھایا کہ شادی شاہ جی نے تمہاری بہت

تعریف کی ہے اس کا جواب تھا تو کاغذ کالا کر کے میرا منہ کالا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس معاملہ نے بہت طول کھینچا۔ شاہ جی کئی دن شادی سے منہ چھپاتے پھرے پھر ایک دن حضرت پرنسپل صاحب نے شادی کا غصہ رفع کیا اور شاہ جی کا قصور معاف کروایا مگر شادی کا دل بہت بعد کو جا کر صاف ہوُا۔ شاہ جی فرمایا کرتے تھے شادی کی بے تکلفی کی بات کو جی ترس گیا ہے خدا معلوم کب اس کا غصہ فرو ہو گا ایک دن سٹاف روم میں شاہ جی بیٹھے تھے کہ شادی نے انہیں مخاطب کر کے کہا شاہ جی اب دوبارہ نہ لکھنا شادی کی یہ بات سن کر شاہ جی باچھیں کھل گئیں فرمانے لگے اب شادی کی نارضگی دور ہوئی ہے اور اٹھ کر شادی کو گلے سے لگالیا۔ دونوں کے دل صاف ہو گئے۔

ہمارا سائنس کے سٹاف کے ساتھ تعلقات کا دائرہ دوسرا تھا نصیر صاحب تھے یا بایالوجی والے حبیب الرحمٰن شاہ اور پروفیسر شریف خاں۔ اس لئے شاہ جی سے ہمارے تعلقات یا محلہ داری کے رہے یا سینئر سٹاف کے یونین کے ناطے سے بھی شاہ جی عدم موجودگی میں ہمیں کام کرنا پڑا ہمیں یاد نہیں پڑتا کہ شاہ جی نے کبھی تف بھی کی ہو۔ ادب کا بڑا صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ مضمون وغیرہ بھی لکھتے تھے مگر ان کا میدان اور تھا۔

سرگودھا بورڈ کے سینئیر ممتحن اور پرچے بنانے والے شاہ جی بھی تھے اور ہم بھی۔ اس سلسلہ میں کبھی کبھار بورڈ کی میٹنگز میں ہم اکٹھے ہو جاتے تو بڑا لطف رہتا۔ شاہ جی تو اتنے سینئر تھے کہ امتحانی سنٹرز کی انسپکشن کے لئے بھیجے جاتے۔ شاہ جی آرام سے بسوں پر سفر کرتے ہوئے سنٹرز میں جا پہنچتے کسی کو گمان بھی نہ ہوتا کہ یہ سادہ سے لباس میں خراماں خراماں آنے والا شخص سنٹر کا انسپکٹر ہے۔ ایک بار خود اپنے کالج کے امتحانی سنٹر کے انسپکٹر کے طور پر بھی مقرر ہوئے حالانکہ عام طور پر خود اپنے ہی کالج کے اساتذہ کو اپنے ہی کالج میں مقرر نہیں کیا جاتا۔ فیصل آباد کے ایک کیمسٹری کے استاد امتحانی سنٹر کے نگران تھے۔ اس نے شاہ جی کو ہال کے اندر آتے دیکھا تو سمجھا شاہ جی از راہ مروت اپنے کیمسٹری کے رفیق کار کو ملنے آئے ہیں مگر جب شاہ جی نے آتے ہی سنٹر کا ریکارڈ مانگا تو وہ حیران رہ گئے۔ شاہ جی نے پورا پورا معائنہ کیا اور کوئی رورعایت روا نہیں رکھی۔ ہاں عملی امتحانات میں شاہ جی طلباء پر مہربان رہتے تھے فرماتے تھے ہماری ایک آدھ نمبر کی خصت سے بچے کی ڈویژن متاثر ہو سکتی ہے اس لئے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے تھے اسی لئے جس سنٹر میں شاہ جی جاتے وہاں کے لڑکے ان سے بہت خورسند رہتے مگر ناجائز رعایت انہیں نہ آتی تھی نہ کرتے تھے نہ اپنے کالج میں آنے والے ممتحنوں سے توقع رکھتے تھے کہ وہ ان کے طلبا ناجائز رعایت دیں گے۔

تعلیم الاسلام کالج مفسل کے ان کالجوں میں تھا جو ہمیشہ سے پوسٹ گریجوایٹ کلاسوں کے شروع کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ عربی فزکس اور کیمسٹری تین مضامین ایسے تھے جن میں پوسٹ گریجوایٹ کلاسوں کے آغاز کے انتظامات ہو رہے تھے۔ نئے کمپس میں فزکس کے ساتھ اوپر کی منزل کیمسٹری کی پوسٹ گریجوایٹ کلاسوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ یونیورسٹی یا حکومت کی جانب سے جتنے بھی کمشن کالج کی موزونیت کے معائنہ کے لئے آتے تھے ان میں عربی فزکس اور کیمسٹری تینوں مضامین کے ماہرین شامل ہوتے تھے اور ہر کمشن کی متفقہ رپورٹ یہی ہوتی تھی کہ کالج میں مناسب عمارت' تربیت یافتہ سٹاف' لائبریری اور لیبارٹریاں موجود ہیں اور تینوں مضامین کا سٹاف اپنے مرتبہ میں اعلیٰ درجہ کا ہے۔ عربی اور فزکس کی کلاسیں شروع ہو گئیں مگر کیمسٹری کی کلاسوں میں کوئی روک پڑ گئی اور پھر کالج قومی تحویل میں آگیا اس کے بعد کا حال سب کے سامنے ہے۔ عمارتیں اور ادارے صرف اینٹوں کا نام نہیں ہوتے اب تو اینٹیں بھی نہیں رہیں۔ پاکستان میں صرف تعلیم الاسلام کالج ہی ایسا ادارہ ہے جس کو محض تعصب کی بنا پر قومی تحویل سے رہا نہیں کیا جاتا ورنہ کئی ادارے واپس کئے جا چکے ہیں۔ اپنے نصیر خاں صاحب اور صوفی صاحب تو یہ غم لئے ہوئے اس جہاں سے گذر گئے اب شاہ جی یہ داغ اپنے سینے پر لئے گذر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بے لوث کارکنوں کی خدمات کا اجر ضرور دے گا انشاءاللہ انشاءاللہ۔

شاہ جی کا اٹھ جانا صرف کالج کے طلباء کے لئے ہی نہیں پاکستان کے نظام تعلیم کے لئے ایسا صدمہ ہے جسے مدتوں بھلایا نہیں جا سکے گا۔ خدا کرے ان کی آل اولاد میں شاہ جی کی فروتنی علم دوستی اور مسکراہٹوں کی روایت قائم رہے۔

بسم الله الر حمٰن الرحيم

In the name of Allah, the Gracious, the Merciful

Im Namen Allahs, des Gnädigen, des Barmherzigen.

Quarterly Magazine of

T.I. College Old Students Association Germany

English and German Section

In memory of

Prof. Dr. Syed Sultan Mahmood Shahid

ALMANAR

March 2013

Director: Prof. Hamid Ahmad Chaudhry

Chief Editor: Choudhry Anis Ahmad

Associate Editor: Chaudhry Naseer Ahmad

Design: Muhammad Zaheer Ahmad (Software Engineer)

Contents

Inhalt

Nr.	Artikle	Page
1	My admission at T.I.College in 1966 Mahmood Khan USA	1
2	Some Emails of Condolence Received on Shah Ji's demise	4
3	IN MEMORY OF Prof Dr. Syed Sultan Mahmood Shahid	6
	Urdu Section	

My admission at T.I.College in 1966

On the day of admission, applicants sttod in a long Queue in the corridor in fron of the principal's office. All of them were accompanied by their fathers of guardians. Late Mirza Abdul Sami (father of Late Mirza Mahmood Ahmad of Germany) was with Moodi. He saw my anguish and offered to accompany me at the time of interview, and I declined with a smile and said "Chacha Jee, Aba Jee has never accompanied me for my admission, and I have changed five schools, even he sent *Qulli* from the railway station to get me admitted at my first school. It will be fine"

From word of mouth, we knew that the interview board includes Qazi Muhammad Aslam Sahib, who was principal, Dr. S.M.Shahid Sahib, and Soofi Basharat-ur-Rehman Sahib.

So when my turn came for interview, I entered, with a loud *Asslamualikum*. Before I sat down on the chair, Soofi Sahib asked, where is your father?. The question was in Urdu and I replied in Punjabi with a question, "*Parna Main Aey ke marey Walid Sahib Nay*". I noticed smile on the face of Qazi Sahib, and that relaxed me further. Qazi Sahib asked me to sit on the hot seat. Asked me my Matric results, which subjects etc. Shah Jee was quietly observing, and did not ask any question.

Suddenly Soofi Sahib, reverted back to the subject of my father's absence and said if you misbehave in the college we need father or a guardian to contact. My response was that if I have done something wrong, are you going to give punishment my father, you should give punishment to me. Again I saw smile on Qazi Sahib's face.

Then I responded that my father has never accompanied me to my schools admission and I would never be able to study if that depended upon my father accompany me to school, I would have been still illiterate. I have always done my school admissions on my own.

At this point Shah Jee interjected and asked me my fathers name. I said Malik Muhammad Tahir Khan, Railway Station Master. Then Shah Jee whisper in Qazi Sahib's ear, and with Qazi Sahib's approval (witch was given by movement of his head), Shah Jee took the form from Qazi Sahibs hand and signed on the form as my Guardian. **Shah Jee was my guardian for six years, until I completed my M.Sc in physics.**

This was my first meeting with Shah Jee. When my father came to Rabwah, from remote station, for â few days break, I narrated the above incident to him, and he smiled and informed me that Shah Jee was his senior at Islamia College Lahore. Shah Jee was in fourth year, and my father was in first year. And Shah Jee was captain of College volley ball team, and my father was an excellent player and that year they won all volleyball tournaments trophies and that was best sent off to a his captain, ho was Shah Jee.

Then we (my father and myself) met Shah Jee by chance, at Rabwah Rly station, and my father formally gave me under the Sha Jee guardianship, his guidance, advice, at pivotal points of live was the best which kept me on the right path, one incident of that is below.

2. The irony is that my guardian was Shah Jee and my weakest subject was Chemistry, and I failed in Chemistry and English at F.Sc. I had to take the supplementary exam, which was in November that year. Most students in this situation will take admission in September in BA or B.Sc and clear the compartment while attending third year classes. However, Shah Jee advised against this approach, and told my father, he must focus on clearing the failed subjects first, and after supplementary exam, he can start his B.Sc. He also offered for me to attend his after college tuition class during that period, and he never charged me for it, even my father gave me the money to give it to Shah Jee, Shah Jee refused to accept it.

3. Then the most important help he gave me which helped me save one year, otherwise I would have wasted a year from my education. After I had taken my supplementary exam, I went to see Shah Jee with the admission form for B.Sc completed and asked him to sign as my guardian. He advised me to come on the following day. I must admit I was a bit disappointed, and told my father what happened, he said, if Shah Jee has told you to come tomorrow then there must be a wisdom in his decision and I must go to college on the next day.

When I arrived the next day, I noticed that Shah Jee was acting principle for that day, and sitting in the principal office, this time, interview was few minutes, he did not ask me any questions, and just signed as guardian and approved my application, as acting principle. And wished me good luck.

However, a few minutes later, when I arrived to attend mathematics class, which Late Rasheed Ghani Sahib was teaching. When he saw me in the class, he was not happy. He asked me with whose permission, I had attended the class. I replied Shah Jee. Rasheed Ghani Sahib, left the class and went to see Shah Jee, and tried to persuade him to change his decision, but Shah Jee was firm on his decision, and after 10 to 15 minutes, Rasheed Ghani Sahib, returned and reluctantly accepted Shah Jee decision, this is how I started my B.Sc.

Shah Jee has played a major role for my F.Sc and B.Sc admissions.

Later on whenever, I visited Rabwah, I made a point to take small gift, for Shah Jee and he always welcomed me in his drawing room and offered me tea, cake and biscuits, even when I had come unannounced.

Without being disrespectful, to all my other great teachers and that includes (Ch. Hameedullah Sahib, Mirza Khursheed Sahib, Ch. Muhammad Ali Sahib, Dr. Parwazi Sahib, and many more...) May Allah gives them a very healthy long life, there is no doubt that Dr. S.M. Shahid (SHAH JEE) was the most popular teacher among students.

This short few paragraphs would be incomplete if I do not mention Late DR. Naseer Khan Sahib, who also had great influence on my education and upbringing as Shah Jee.

May Allah grant both great teachers, His mercy and place them in higher paradise, as they spread knowledge as per Allah's guidance. God bless their souls.

Mahmood Khan (Moodah Guard)
Senior Engineering Manager
San Francisco, USA

Some Emails of Condolence Received on Shah Ji's demise

(All these messags were forwarded to Shah Ji's family)

<u>Imam Bashir Ahmad Khan Rafiq (London)</u>

My dear Mohtaram Prof. Sahib, AssalamoAlaikum.
Inna Lillahi Wa Inna Alaihi rajioon.
The sad demise of our beloved Hazrat Shah Sahib came as a great shock. He was my mentor, teacher and a friend. After College days we met again in London when I arrived here in 1959. He was the only one with whom I was acquainted in London in those days. Hazrat Shah Sahib warmly welcomed me, guided me and made life in the new environment easy for me. May Allah rest his soul in peace.Amen

B A Rafiq

<u>Basharat Ahmad Nazir, Canada</u>

Dear Respected Hamid Ahmad Chaudhry Sahib,
Assalamo alaikum,
Inna Lillahe wa Inna Ilaihe Rajeonn.
It would be fitting if someone in Rabwah is requested to represented 100's of Shah Sahib's student abroad to whom he taught chemistry affectionately and made them what they are today. May Allah bless his soul. May Allah enable his family to bear this loss.
Jazakallah for keeping us informed of news and issues relating to TIO College Rabwah.
Wassalam
Basharat Nazir
Ex Student. Now Press Secretary Jama'at Ahmadiyya UK

<u>Malik Lal Khan, National Jamat Ahmadiyya Canada</u>

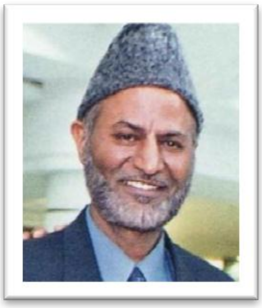

My dear Hamid Ahmad Chaudhry Sahib:
Assalamo alaikum wa Rahmatullah!
I am deeply saddened by the passing of Prof. Dr. Sultan Mahmood Shahid sahib. Inna lillahe we inna ilaihe raji`un!
May Allah grant Dr. sahib's family the patience and fortitude to bear this great loss and grant forgiveness to the deceased! May Allah accept all his services and elevate his spiritual status in the heaven of His Pleasure! Amen!
Pleas convey my sentiments to Dr. Sahib's family.
Wassalam!
Lkm

Mubarak Ahmad Saif, Canada

Dear friends,
Assalamo Alaikum Wa Rahmatullah!
I am deeply shocked & saddened to hear the sad news of demise of our beloved teacher Prof. Dr. Syed Sultan Mahmood Shahid whom I always called "Shah Jee". Inna Lillahe wa Inna Ilaihe Rajeoon. I had a long association with him since when he was incharge of students union and debating activities in Talimul Islam College, Rabwah more than 45 years ago. Then, in late eighties when he was about to retire, he was transferred to Gordon College Rawalpindi. Fortunately, I was serving in State Bank of Pakistan Rawalpindi and he used to visit me off and on to draw his pay and allowances and sometimes specially to see me. Thus I had golden opportunities to have sittings with my dear "Shah Jee". He was a simple, pious and loving person and really an unforgettable personality.
May Allah The Almighty grant him high stations in the heaven. Ameen.
Wassalam,
A sad student of a great teacher,
Mubarak Ahmad Saif
Calgary, Alberta

Qazi Mubarak Ahmad (Canada)

Dear All,
I am extremely sorry to hear this news. It is a loss that we all share. Dr. Sultan Mahood Shahid Saheb (marhoom) was a very kind individual and a very much respected teacher. May ALLAH bless his soul and grant him a higher place in heavens.
Mubarak Ahmad (Qazi)
Burlington Ont. Canada

Munir Ahmad Bajwa, Hamburg

Assalamo `alaikum w.w.
Really it is a very very sad news for all the lovers of Shah Sahib. Everybody is saying 'My Shah Jee'. He was such a nice person that he has wept everybody. May Allah rest his soul in peace and grant highest quarters of Jannatul-Firdaus, Aameen.
Inna lillahe wa inna elaihe raaje`un. Kollo man alaihaa faan. wa yabqa wajho rabbeka zul-Jalaale wal-Ikraam.
Munir

IN MEMORY OF
Prof Dr. Syed Sultan Mahmood Shahid

In the Golden era of T.I.College Rabwah, when I joined the College, T.I.College Rabwah was one of the best Colleges in Pakistan. The dynamic personality of our PrincipalSahobzada Hazrat Mirza Nasir Ahmad was the key personality who raised the College to the top of the list of the colleges in the country. The staff was well qualified and devoted to the Jammat as well as the College. Like Dr S.M.Shahid who was first PhD at that time had devoted his life for the cause of Islam and Ahmadiyyat and gave his services to the Jamat for the College. He could have earned a far higher salary and status in the eyes of the world but he rendered his services to the Jammat's College. He was not only a good teacher, but also an affectionate personality. He wrote many books in Chemistry, which were pused as text books in several cooleges of the country, because they were simplel in language and easy to understand complicated subjects. He taught the students politely with smiling face. He also helped the students in practicals in the laboratory. I took admission in FSC but I did graduation in commerce because I intended to adopt banking profession in my future life, which I did till my retirement. I still remember the formulas of chemistry. He was the first man who started his own private school in Rabwah upto the intermediate level.

God may give his soul high place in paradise.Ameen.

Anis Ahmad Choudhry
Secretary T.I.College Old Student Association